مولانا مفتی محمد یحییٰ
مدرس جامعہ عثمانیہ پشاور

اور ستارہ ٹوٹ گیا!

سادات کی سعادت، شیروں کی شجاعت، علی کرم اللہ وجہہ کے علم وتقوی، شاھوں کے استغنا اور مدینہ منورہ کے انوارات وبرکات سے معمور ومنور ہستی، حضرت مولانا سید شیر علی شاہ مدنی زندگی کی اکیانوے بہاریں دیکھنے کے بعد ہم سے رخصت ہوگئے۔

آپؒ کو اللہ تعالی نے اتنی ہمہ جہت خوبیوں سے نوازا تھا کہ کوئی شخص ایک مرتبہ آپ کی صحبت میں چند لمحوں کے لیے بیٹھتا وہ آپ کی فصاحتِ لسان، قوتِ حافظہ، رقتِ قلب، دقتِ نظر، عاجزئ طبع اور وسعتِ علمی کا گرویدہ ہوئے بغیر نہ اُٹھتا۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے بندہ کو حضرت کی صحبت میں بارہا حاضری کی توفیق نصیب ہوئی اور ہر مرتبہ عقیدت ومحبت میں اضافہ ہوتا رہا۔ آپؒ کی صحبت میں گزرے لمحات کی چند یادیں محفوظ کرنے کے لیے قلم اِس نیت سے اٹھایا کہ خریدارانِ یوسف میں شامل ہوجاؤں۔

دورۂ تفسیر کی چند جھلکیاں

تفسیرِ قرآن کریم سے آپ کو خصوصی تعلق تھا۔ آپ عالمِ اسلام کی عظیم درسگاہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ہر دل عزیز شیخ الحدیث بھی تھے، ادبِ عربی کے کہنہ مشق استاد اور فی البدیہ شاعر بھی تھے، نحو اور اصول فقہ میں بھی آپ کی مہارت مسلم تھی لیکن تفسیر سے آپ کا تعلق کچھ زیادہ ہی نرالا تھا۔ مدینہ منورہ کی پرنور فضاؤں میں رہ کر آپ نے تفسیر میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصریؒ کے تفسیری اقوال کو اکٹھا کرنے کیلئے آپ نے بلا مبالغہ سینکڑوں تفاسیر کے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کیا اور ان سے آپکے اقوال کو اکٹھا کر کے دنیا سے ناپید ونایاب ''تفسیرِ حسن بصری'' کو ایک مرتبہ پھر پیدو یاب کیا۔ اس عظیم محنت کا تذکرہ کرتے ہوئے میں نے خود آپؒ سے سنا، فرمایا کہ میری ڈاڑھی کے بال تفاسیر کی ورق گردانی میں سفید ہوئے ہیں۔ اس سے قبل آپ حضرت لاہوری، حضرت درخواستی اور حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہم اللہ، کے دورہ تفسیر میں بھی شریک ہوکر اپنا تفسیری پیمانہ علم بھر چکے تھے۔ گزشتہ تقریبا ساٹھ سالوں سے دسیوں مرتبہ مختلف مقامات پر شعبان، رمضان کی چھٹیوں میں دورہ تفسیر پڑھایا۔ جن میں طلباء تفسیر کی شرکت قابل دید ہوتی۔ آپ خود بھی بڑا اہتمام فرماتے۔ اِس پسِ منظر سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تفسیر سے آپ کا تعلق کتنا گہرا تھا۔

۲۰۰۴ میں بندہ کو آپ کے سامنے دورہ تفسیر میں زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقع ملا۔ دارالعلوم حقانیہ کی قدیم مسجد کا ہال اور صحن دونوں طلبہ سے بھرے ہوتے۔ طلبہ نے ایک دو دِن قبل ہی اگلی صفوں میں اپنے لیے جگہ گھیر لی تھی۔ بندہ کو رفیق محترم مولانا محمود الحسن صاحب کی توجہ سے دوسری صف میں جگہ ملی۔ میرے اور حضرت شیخ کے درمیان صرف مولانا عدنان کاکاخیل پہلی صف میں بیٹھے تھے۔ صحن میں بیٹھے ہوئے طلبہ کو دورانِ درس حضرت کے دیدار کا شرف حاصل نہ ہوتا تھا اس لیے آپ نے اپنا مسند بجائے محراب کے مسجد کے شمالی دروازہ میں رکھوادیا تھا ۔دروازہ کے درمیان بیٹھتے جس سے ہال اور صحن دونوں جگہ کے طلبہ کو شرفِ دیدار حاصل ہوتا۔ مسلسل پانچ گھنٹے پڑھاتے سات بجے سبق شروع ہوتا ۔۱۲ اور کبھی ۱۲:۳۰ پر ختم ہوتا۔ درمیان میں بیس منٹ کا وقفہ کراتے جس میں خود تو عموماً مسند پر تشریف فرما رہتے اور طلبہ ضروریات سے فارغ ہوکر واپس آجاتے ہم پانچ دس طلبہ ہاتھ پاؤں دباتے اور آپؒ کے علمی چٹکلوں سے محظوظ ہوتے۔ اس خدمت کے دوران یہ احساس ہوتا کہ آپؒ کیسے جفاکش ہیں کیونکہ آپؒ کے ہاتھ پاؤں نرم ملائم نہیں تھے، بلکہ گٹھے ہوئے مضبوط اور قوی تھے، کیونکہ آپؒ ناز و نعم کی زندگی بسر نہیں کرتے تھے۔ مجاہدانہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے خود ہی اپنی زمینوں میں زراعت کرتے۔

رمضان شریف شروع ہوا تو طلبہ نے اوقاتِ درس تبدیل کرنے کی درخواست کی، آپؒ نے منظور فرمائی اور فرمایا کہ جو طلبہ دور سے آتے ہیں وہ جس وقت تک پہنچ سکتے ہیں اُن کی رعایت رکھ کر وقت مقرر کریں گے کیونکہ "الضعیف أمیر الرّکب" چنانچہ ۸:۰۰ بجے کا وقت طے پایا۔ تب آپ ۱:۰۰ بجے سبق ختم کراتے۔ ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود پانچ گھنٹے مسلسل درس اور رمضان میں گرجدار آواز میں نہ پیاس حائل ہوتی نہ بھوک اور تھکاوٹ۔ ہم بیٹھے بیٹھے تھک جاتے اور آپؒ پڑھاتے پڑھاتے نہ تھکتے۔ تقریباً چالیس دن کے دورہ میں انہوں نے کبھی چھٹی نہیں فرمائی اور نہ کبھی دیر سے سبق میں تشریف لائے۔ شروع میں ایک دو جمعے نہیں پڑھایا پھر جمعہ کو بھی پڑھاتے۔

کمر کی تکلیف کے باوجود آپؒ کا مسند زمینی تھا۔ ایک افغانی بابا جی روزانہ درس میں شرکت کے لیے آتے تھے، ایک دن وہ ایک عمدہ آرام دہ صوفہ اپنے ساتھ لائے اور وقفہ کے دوران آپؒ کی خدمت میں پیش کرکے عرض کیا کہ حضرت آپؒ کو تکلیف ہے آپؒ اس پر بیٹھا کریں۔ اُن صاحب کی دلداری کے لیے آپؒ نے ایک دن اس پر بیٹھ کر درس دیا لیکن طبعی کراہت اور جھجک کے آثار آپؒ کے چہرے پر نمایاں محسوس ہورہے تھے حالانکہ صوفہ زیادہ اونچا بھی نہیں تھا اور آپؒ معذور بھی تھے۔ اگلے دن آپؒ نے اسے ہٹانے اور زمینی مسند دوبارہ رکھنے کا حکم دیا اور اسی پر تشریف فرما ہوئے۔

طرزِ تفسیر

آپؒ درس میں احادیث مبارکہ، اقوالِ آئمہ تفسیر، عربی، اردو، فارسی و پشتو کے اشعار اور قواعدِ نحویہ و لغویہ اس

کثرت سے بیان کرتے کہ شروع میں ہم خام خیالوں کا خیال تھا کہ شاید حضرت نے مصحف کے حاشیہ پر اشارات لکھے ہیں لیکن جب قریب سے مصحف کو دیکھا تو اپنے گمان کی غلطی پر ندامت ہوئی آپؒ کے سامنے تذکرہ کیا تو مسکرا کر فرمایا: میں نے ایک مصحف میں کچھ اہم نکات بڑی محنت سے لکھے تھے لیکن ایک طالب علم نے مجھ سے وہ عاریتاً لیا اور غائب ہوگیا، اس کے کھو جانے پر مجھے بڑا دکھ ہوا اس کے بعد حافظہ سے ہی درس دیتا ہوں۔

حضرت حسنِ بصری کے اقوالِ تفسیر کو زیادہ نقل فرماتے۔ ان کے تذکرہ میں اکثر آبدیدہ بھی ہو جاتے۔قرآنِ کریم میں غور وتدبر اور تفکر وتذکر کی ترغیب دیتے ہوئے یہ واقعہ کثرت سے نقل کرتے کہ حسن بصری کی وفات کے بعد اُن کی اہلیہ سے پوچھا گیا: ''آپ نے انہیں کیسے پایا؟'' توانھوں نے روتے ہوئے جواب دیا کہ: وہ جب قرآن کھولتے اور تلاوت شروع کرتے تو گریہ طاری ہوجاتا، آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی، آواز بھاری ہوجاتی، اور زبان گنگ ہوجاتی۔'' یوں آپ پر تلاوت کرتے ہوئے خشیت الٰہی کا غلبہ ہوتا۔

آپؒ طرزِ تفسیر میں عموماً حضرت لاہوریؒ کے طریقے کو اپناتے جس کا مصطلح نام: تفسیر بالاعتبار والتاویل ہے۔ آپ سورہ فاتحہ کی بجائے آخری سورتوں کے تفسیر پہلے کراتے۔ پھر سورہ فاتحہ سے شروع کرتے۔اکثر رکوعات کا خلاصہ بھی بیان فرماتے۔

تفسیر میں تفسیر القرآن بالقرآن پر بھی خصوصی توجہ دیتے۔ فرماتے کہ یہ تفسیر کی سب سے بہترین قسم ہے کیونکہ ''تصنیف را مصنف نیکو کند بیان''۔ اس میں آپ حضرت درخواستی کے طرز سے زیادہ استفادہ کرتے کیونکہ آپ کے بقول اُن کا درس زیادہ تر تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث پر مشتمل ہوتا۔ اسی طرح آپ اپنے استاد شیخ عطیہ سالم سے بھی استفادہ کرتے۔ جنہوں نے اپنے استاد شیخ امین الشنقیطی کی تفسیر اضواء البیان کا تکملہ سورہ مجادلہ کے بعد سے لکھا ہے، جو تفسیر القرآن بالقرآن کا اہم ترین مرجع ہے۔

قرآن سے گہری وابستگی کی بنا پر آپ درس، عام گفتگو اور بیانات میں قرآنی آیات سے بہ کثرت استدلال واستشہاد فرماتے۔ طلبہ کو بھی اس کی ترغیب دیتے اور عموماً اس سلسلے میں عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ سناتے کہ ان کی ملاقات ایک ایسی بوڑھی عورت سے ہوئی تھی جو صرف قرآن کریم کی آیات سے گفتگو کرتی اور اس کے بیٹوں نے کہا کہ ہماری ماں گزشتہ چالیس سال سے صرف قرآن کریم کی آیات پڑھتی ہے اس کے علاوہ کوئی حرف زبان سے نہیں نکالتی۔ ہم نے کئی مرتبہ آپ کی شیرین زبان سے یہ واقعہ تفصیل سے سنا۔

حضرت درخواستی کی خدمت میں درخواست

ایک مرتبہ فرمایا کہ ''جب ہم حضرت عبداللہ درخواستیؒ کے ہاں دورہ تفسیر میں شریک تھے اُس دوران ایک طالب علم نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہے، جس کی وجہ سے حضرت درخواستی سخت غصہ

ہوئے اور مزید پڑھانے سے انکار کیا۔میں نے معذرت نامہ لکھ کر چند طلبہ کو ساتھ لیا اور حضرت درخواستی کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضرت نے وہ درخواست دیکھا تو غصہ کا فور ہو گیا اور پوچھا یہ کس نے لکھا ہے میں نے کہا: حضرت میں نے لکھا ہے۔آپ خوش ہوئے، دعا دی اور درس کا سلسلہ شروع کیا۔''فرمایا کہ میں نے اس درخوست میں یہ آیت کریمہ لکھی تھی أفتهلكنا بما فعل السّفهاء منا اسی ایت کو دیکھ کر حضرت کا غصہ کافور ہو گیا اور سبق پڑھانا شروع کر دیا۔

ارضِ قرآن

ارضِ قرآن کے اکثر مقامات کا مشاہدہ کر چکے تھے اس لیے قصص الانبیاء کی تفسیر اس خوبی سے فرماتے کہ سننے والے یہ محسوس کرتے گویا وہ علاقہ اور منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔قومِ صالح کے تذکرہ میں فرمایا کہ حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے، میں انہیں مدائن صالح لے گیا۔وہاں داخل ہوتے ہی حضرت شیخ القرآن پر گریہ طاری ہوا۔زاروقطار روئے اور فرمایا کہ بس جلد ہی یہاں سے واپس نکلو۔آپؒ خود بھی یہ تذکرہ کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے۔اسی طرح افغان مجاہدین کا تذکرہ کرتے ہوئے ہوئے بھی آپ اپنے جذبات پر قابو نہ پاتے، آپ کے آنسو اُمڈ آتے۔بالخصوص ملا عمرؒ کی سادہ اور مجاہدانہ زندگی کا تذکرہ بڑی رقت سے فرماتے۔

کیا 'بس' عربی میں مستعمل ہے؟

سورہ ناس کی تفسیر میں آپ نے یہ شعر پڑھا:

اوّل و آخر قرآن زچہ با آمدوسین
یعنی اندر دوجہاں رہبرِ ما قرآن بس

اور واقعہ سنایا کہ حضرت شیخ القرآنؒ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے، میں نے شیخ عطیہ سالم سے ان کی ملاقات کروائی، دورانِ ملاقات حضرت شیخ القرآن نے دینی تفسیر کا تذکرہ کیا اور وعدہ کیا کہ میں آپ کو ایک نسخہ ھدیۃً دوں گا۔بعد میں میرے ذریعے وہ نسخہ بھجوا دیا۔میں نے شیخ کو دیا تو انہوں نے سورہ ناس کی تفسیر کھولی اور مجھ سے عربی میں ترجمہ کرنے کا کہا۔میں نے ترجمہ کیا، اُس میں شاہ عبدالقادرؒ کے حوالہ سے یہی بات درج تھی۔شیخ نے کہا: 'بس' تو عربی میں مستعمل نہیں۔میں نے عرض کیا کہ یہ عربی میں مستعمل ہے۔عربی میں اس کا معنی حسب آتا ہے۔آپ نے قاموس منگوایا اور تلاش کیا تو اس میں یہی معنی لکھا تھا۔

کلمات القرآن

دورۂ تفسیر کے دوران بندہ شیخ حسنین مخلوف کی کتاب ''کلمات القرآن'' سے استفادہ کرتا۔اُس کے نکات اپنے بیاض پر نقل کرتا۔ایک دِن وقفہ کے دوران حضرت کو کتاب دکھائی۔آپ نے پسند فرمائی اور فرمایا: شیخ حسنین

مخلوف مصر کے بہت بڑے حنفی عالم تھے، مسجدِ نبوی میں اُن سے میری ملاقات ہوئی تھی، مجھ سے تفسیر ابن کثیر طلب کی، میں نے خرید کر ہوٹل میں اُن کے کمرہ میں پہنچائی۔ کافی علمی گفتگو ہوئی۔ چند دِن بعد مجھے تفسیر واپس کی۔ میں نے اُن سے تبرک کے طور پر اس کے شروع میں چند الفاظ لکھنے کی درخواست کی، آپ نے تقریباً دو صفحے تحریر کیے۔ اب بھی میرے پاس یہ نسخہ موجود ہے۔

جلال و جمال

آپ کا مزاج عموما جمال کا ہوتا۔ طلبہ کی دل داری کے لیے علمی لطائف بھی سناتے، کبھی بوڑھی عورتوں کی باتیں ان کے لہجے میں بیان کرتے۔ لیکن کبھی کبھی جلال میں آجاتے۔ دورہ تفسیر کے ختم کے موقع پر تقسیم اسناد میں شرکاء سے کچھ بے ترتیبی ہوئی جس سے مسجد کی بے ادبی ہو رہی تھی چنانچہ آپ غصہ ہوئے، محفل برخواست کرنے اور تقسیم اسناد کا سلسلہ بند کرنے کا حکم دیا اور غالبا دعا کے بغیر یہ محفل ختم ہوئی۔ بندہ بھی اس موقع پر سند لینے سے محروم رہا۔ بعد میں مولانا محمود الحسن صاحب کے ذریعے سند حاصل کی۔

مسجدِ حرام میں حضرت سے ملاقات:

یکم مارچ ۲۰۱۳ء بروزِ جمعہ مسجد حرام کے صحن میں آپ سے ملاقات ہوئی اس نورانی فضا میں مغرب سے عشاء تک تقریبا دو گھنٹے آپ کی صحبت میں بیٹھنے اور پاؤں دبانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے مسجد حرام کا پورا نقشہ اور اردگرد کے تاریخی مقامات کے بارے میں سمجھایا۔ معتمرین کا ہجوم زیادہ تھا: فرمایا: یہ حضرت ابراہیمؑ کی ہم مسکینوں پر بڑی مہربانی ہے کہ انہوں نے اپنی دعا رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ میں مِن تبعیضیہ استعمال کیا۔ اس لیے صرف مسلمانوں کے دلوں میں بیت اللہ کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت ہے اور یہاں حاضری ان کی دلی تمنا ہوتی ہے۔ اگر آپ "أفئدة النّاس" کہتے تو پھر ہر مذہب وملت کے لوگ یہاں آتے اور شاید پھر ہماری طرح کمزوروں اور مسکینوں کو یہاں کوئی جگہ نہ ملتی۔

آبِ زمزم کی کثرت کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ یہ حقانیتِ اسلام کا ایک زندہ معجزہ ہے۔ کروڑوں آدمی سینکڑوں سال سے اس سے پی رہے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ زمانے کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ فرمایا: ایک مرتبہ ہم عمرہ کرنے حاضر ہوئے تھے، اُن دِنوں چاہ زمزم کی صفائی ہو رہی تھی۔ اتنا پانی اس میں سے نکل رہا تھا کہ شارع خلیل پر سیلاب کی طرح زمزم کا پانی بہہ رہا تھا۔ ایک آدمی نے طواف کے لیے جانے کی اجازت چاہی۔ فرمایا: ہاں ہاں ضرور طواف تو وہ عبادت ہے جو روئے زمین پر صرف یہاں ہی ہوسکتی ہے مکہ مکرمہ کی حاضری میں زیادہ سے زیادہ طواف کیا کرو، ہم تو اب معذور ہیں تم جتنا زیادہ کر سکتے ہو کیا کرو۔

تمتع من شميم عرارنجد

فما بعد العشية من عرار

پنجاب کے ایک بابا جی پریشان بیٹھے تھے۔آپ نے فرمایا اس سے پریشانی کی وجہ پوچھو۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ وہ اپنوں سے بچھڑ چکے ہیں۔ نہ تو ان کے ساتھ اُن کا رابطہ نمبر ہے اور نہ ہی اُن کا پتہ معلوم ہے۔ نہ کوئی اور ذریعے جس سے اُن تک پہنچ سکیں۔آپؒ نے اُنہیں دلاسہ دیا اور دعا دی اور فرمایا تم بھی اخلاص سے دعا کرو۔فکر بالکل نہ کرو۔ یہاں ہر پریشان حال کی دعا قبول ہوتی ہے۔

مدینہ منورہ میں بندہ نے کسی سے سنا تھا کہ حضرت اس مرتبہ مدینہ طیبہ میں مستقل ٹھہرنے کی نیت سے آئے ہیں۔ ہمت کر کے آپ سے دریافت کیا کہ آپکے بارے میں یہ خبر سنی ہے کیا یہ درست ہے؟ آپ نے تھوڑی توقف کے بعد فرمایا:''ہاں ارادہ تو ہے۔ بڑا عرصہ یہاں سے دور رہا اب جی چاہتا ہے کہ زندگی کے آخری دن مدینہ منورہ میں گزاروں'' اللہ تعالی کو دیارِ پاکستان میں آپ سے مزید خدمت لینا مقصود تھا اسلئے آپکا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔

بندہ کی یہ عادت تھی کہ بیت اللہ شریف سے قریب تر نماز پڑھنے کی کوشش کرتا اس لئے جب عشاء کی نماز کا وقت قریب آیا تو اجازت طلب کی ۔آپ نے بڑی طویل اور جامع ومانع دعا دی جس سے دل باغ باغ ہوا اور یوں محسوس ہوا کہ یہ ملاقات اور دعا اس سفر کی انتہائی قیمتی ملاقات تھی۔ اللہ تعالی آپکی وہ سب دعائیں قبول فرمائے۔

ستارہ ٹوٹ گیا

آپکی وفات سے چند دن قبل شب جمعہ کو جامعہ عثمانیہ کے درجہ خامسہ کے طالبعلم جنید نے سحری کے وقت خواب دیکھا کہ ''نوشہرہ کی طرف آسمان میں سبز رنگ کا ایک ستارہ دیکھا جو تھوڑی دیر بعد دھڑام سے زمین پر گرا اور کہا گیا کہ نوشہرہ کے قریب کئی گاؤں اسکی وجہ سے متاثر ہوئے۔لوگوں کی آہ وفغاں کی آوازیں بلند ہوئیں۔'' جنید نے تعبیر الرؤیا میں اسکی تعبیر دیکھی تو لکھا تھا کہ ایک بڑے عالمِ دین رحلت کرینگے۔جلد ہی آپ اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔

بندہ نے جنازہ میں شرکت کی تو جنازہ میں لاکھوں کی تعداد میں علماء، صلحاء اور طلبہ کے بے پناہ ہجوم کو دیکھ کر مجھے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور جملہ یاد آیا: ''قولوا لأهل البدع : بينناوبينكم يوم الجنائز''

ترجمہ: اہل بدعت سے کہہ دو ہمارے اور آپ کے مابین فیصلہ کن چیز جنازے کا دن ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما کر انکی برکات سے ہمیں محروم نہ کرے۔